ظہور و نزولِ مسیح موعود سے متعلق سامی مذاہب کے بنیادی نظریات کا جائزہ

A Review of the Fundamental Perspectives of Semitic Religions regarding the Advent and Descent of the Promised Messiah

ضیاء الحق*

Abstract

This research delves into the shared theme of the Promised Messiah's arrival across Judaism, Christianity, and Islam, examining the distinct beliefs within each faith regarding the Messiah's appearance. Within Judaism, the Messiah is eagerly anticipated but has not yet come, and a historical claimant is deemed a false Prophet, leading to opposition and crucifixion plans. Christianity, in contrast, recognizes Jesus as the Promised Messiah, crucified and resurrected, with an expected return for divine judgment. In Islam, Hazrat Isa (A.S) is acknowledged as the Promised Messiah, facing opposition but being elevated to the heavens by Allah. He is anticipated to return before the Day of Judgment, overcoming deceptive forces and establishing a reign of justice. In summary, the research concludes that the Promised Messiah is consistent across all three Semitic religions, identified as Hazrat Isa (Jesus) A.S.

Keywords: Promised Messiah, Antichrist, Kingdom, Second Coming.

* PhD Scholar,Qurtaba University Peshawar

تعارف

ظہور و نزولِ مسیح موعودؑ سامی مذاہب (یہودیت ، مسیحیت اور اسلام) کا ایک مشترکہ قضیہ ہے جس کے بارے میں ہر مذہب کے پیروکاروں نے اپنے دینیاتی فکر و ادب کی روشنی میں پختہ عقائد اور نظریات اختیار کر لیے ہیں۔ قدیم ترین مذہب یہودیت کے عقیدے کے مطابق مسیح موعودؑ اب تک زمین پر نہیں آئے ہیں اور قربِ قیامت میں بحکم خداوندی تشریف لائیں گے جو یہود کو ہر قسم کے مصائب و آلام سے نجات دلائیں گے اور پوری دنیا پر عدل و انصاف سے بھرپور حکومت قائم کریں گے۔ نیز ماضی میں جس شخص نے اپنے آپ کو مسیح قرار دیا تھا اور اپنی رسالت کا اعلان کیا تھا وہ (نعوذ باللہ) ایک جھوٹا انسان اور جادوگر تھا، جس نے اس زمانے میں کذب و افتراء پر مبنی دعویٰ کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہود نے اس مسیح کی مخالفت کرتے ہوئے بزعمِ خود اسے قتل کر دیا ہے۔[1] عیسائی عقائد و نظریات کے مطابق یہ بات مسلم ہے کہ مسیح موعود تشریف لا چکے ہیں اور وہ درحقیقت حضرت مسیح علیہ السلام ہی ہیں۔ پھر انہیں یہود نے سولی پر لٹکا کر قتل کیا۔ بعد ازاں خداوند کریم نے مسیح علیہ السلام کو دوبارہ زندہ کر کے آسمان پر اٹھا لیا۔ قربِ قیامت میں حضرت مسیحؑ دوبارہ تشریف لائیں گے اور منجملہ مقاصد کے دجالی و طاغوتی قوتوں کا خاتمہ کرتے ہوئے اس دھرتی پر عدل و انصاف پر مبنی حکومت کا قیام عمل میں لائیں گے۔

جہاں تک اسلامی عقیدے اور نظریے کا تعلق ہے تو اس کا حاصل یہ کہ مسیح موعود سے مراد درحقیقت حضرت عیسیٰؑ ہیں جنہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بنی اسرائیل کا آخری رسول بنا کر بھیجا۔ یہود نے ان کی سخت مخالفت کی اور انہیں قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کی سازش کو ناکام کرتے ہوئے حضرت عیسیٰؑ کو زندہ سلامت اپنی طرف آسمانوں پر اٹھا لیا۔ قربِ قیامت میں دنیا میں دجالی قوتوں کا غلبہ ہو گا تو اس وقت اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنی قدرت سے حضرت عیسیٰؑ کو دوبارہ بھیجیں گے جو دجال کو قتل کرتے ہوئے زمین پر منصفانہ حکومت قائم کریں گے۔ الغرض تینوں سامی مذاہب میں قربِ قیامت میں مسیح موعود کی آمد کا تصور پایا جاتا ہے، البتہ فرق اتنا ہے کہ عیسائی دینیاتی ادب اور اسلامی تعلیمات کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی مسیح موعود ہیں جو ایک مرتبہ دنیا میں تشریف لا چکے ہیں اور پھر زندہ

آسمان پر اٹھالئے گئے ہیں اور اخیر زمانے میں اہم امور کی تکمیل کیلئے دوبارہ نزول فرمائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی اور مسلمان مسیح موعودؑ کے نزولِ ثانی کے قائل ہیں۔ جبکہ یہود مسیح موعود کی شخصیت میں اختلاف رکھتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح ماننے سے انکاری ہیں۔ نیز یہود کسی ایسے مسیح کے منتظر ہیں جو پہلی مرتبہ تشریف لائیں گے اور اسی بناء پر یہود مسیح موعودؑ کے نزولِ ثانی کے بجائے ان کے ظہور کے قائل ہیں۔ یہودی نظریہ یہودیت کے قدیم و جدید فکر وادب میں مسیح موعود کے بارے میں مختلف نظریات اور متنوع تعبیرات و تشریحات پائی جاتی ہیں۔ بعض یہودی اہل علم کے نزدیک قربِ قیامت میں آنے والا مسیح موعود ایک کرشماتی اور مافوق البشر شخصیت کا نام ہے جو بڑی شان و شوکت کے ساتھ زمین پر نزول فرمائیں گے۔

بعض یہود کے نزدیک وہ ایک عام انسان ہوں گے جو اس زمین پر خداوند کریم کی مرضی کے مطابق سلطنت قائم کریں گے اور عدل وانصاف پر مبنی زبردست حکومت کا قیام عمل میں لائیں گے جہاں ہر طرف امن وامان اور خوشحالی ہوگی۔[2] چونکہ یہ ایک عام انسان ہوں گے اس لئے انہیں مسیح بادشاہ کے نام سے موسوم کرنا مناسب ہے۔[3] اسی طرح بعض یہودی اہل علم مسیح موعود اور اس کے زمانے سے متعلق یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ اس سے مراد درحقیقت مستقبل کا عہد دانش یہود ہے۔ اس نظریے کے مطابق اخیر زمانے میں جب ایسے دانشور اور صاحب خرد و عقل لوگ آئیں گے جو اپنی روحانیت اور باطنی کیفیات کے بارے میں لب کشائی اور اپنا محاسبہ کرسکیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہی عہد مسیحائی ہے جس کی پیشنگوئی دانی ایل اور ایسعیاہ میں بعنوان "پرامن بادشاہی" کی گئی ہے کہ ایک پھل دار شاخ پیدا ہوگی جس پر خداوند کریم کی روح ٹھہرے گی اور اہل دانش و عقل نور کی طرح چمکیں گے۔[4] بعض جدید ذہنیت کے حامل یہودی اس نظریہ ظہور مسیح موعود کو یہودی دینیاتی ادب کا لاحاصل اور غیر ضروری جز قرار دیتے ہیں۔ اس قسم کے تصور اور نظریہ والے یہود اس بات کے قائل ہیں بلاوجہ کسی غیر موجود کے آنے کا منتظر رہنا مناسب نہیں ہے اور یہ کوئی دانشمندی کی بات نہیں ہے کہ بلادلیل کسینجات دہندہ کے آنے کا انتظار کیا جائے اور اس کے لئے دعائیں مانگی جائے، بلکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر مسیح نے آنا ہے تو آجائے ورنہ موت تو بہرحال آئے گی۔

[5]"Let the spirit of those breath its last who seek to calculate the end"

اسی طرح بعض یہود کا کہنا ہے کہ مسیح موعود یا تو مظلوم یہود کو خداوند کریم کی جانب سے نجات دینے کی تسلی اور تشفی کا نام ہے۔

یا پھر نیکی اور بدی کے مابین کوئی خدائی نمائندہ ہے جو فتنہ وفساد کے اختتام پر آسمان کی جانب رخ کرتا ہے ۔ان دونوں صورتوں کے لحاظ سے مسیح موعود نہ کہیں موجود ہے اور نہ دور مسیحائی نے آنا ہے لہذا اس کا منتظر رہنا ہی بے فائدہ ہے۔[6] بہر حال اس قسم کے مختلف نظریات یہودی فکر وادب میں پائی جاتی ہیں۔تاریخی لحاظ سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ 175 ق م تک یہود کے مذہبی ادب میں مسیح موعود یا دور مسیحائی کا کوئی واضح اور متعین نظریہ و تصور نہیں پایا جاتا تھا۔ 586ق م تا 175ق م تک کے زمانے میں بنی اسرائیل اپنے عروج وزوال، غمی اور خوشی اور سیاسی امور میں اونچ نیچ کو محض خدائی فیصلوں کی عملی تنفیذ گمان کرتے تھے۔اگرچہ ان کے دینیاتی ادب میں ایسی پیشنگوئیاں موجود تھی جو مستقبل کے مافوق الفطرت انسان کی آمد اور اس کے مختلف کارناموں سے متعلق تھیں، جن کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ وہ انسانیت کو پریشانیوں سے نجات دلائیں گے اور عدل وانصاف پر مبنی زبردست حکومت قائم کریں گے جہاں ہر طرف خوشحالی ہو گی۔[7] لیکن 63ق م میں جب رومیوں نے مکابیین کی یہودی ریاست کو ختم اور تہس نہس کر دیا تو اس کے بعد یہودی ہوش میں آئے اور انہیں ابھی سمجھ آئی کہ ہمیں دینیاتی خبروں اور پیشین گوئیوں کی پیروی کرنی چاہیے جو ہمیں غیروں کے تسلط سے بچاتے ہوئے نجات کی طرف لے کرائے۔اس کے نتیجے میں یہودی سماج میں ایک ایسے مسیحا اور نجات دہندہ کے آنے کا نظریہ وجود میں آیا جو پریشان حال انسانیت بالخصوص یہود کو ہر قسم کی تکلیف اور ظلم وستم سے نجات دلائے گا جسے مسیح موعود کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔[8]

ا س دور میں بنی اسرائیل ان پیشین گوئیوں اور خبروں سے اپنی تسلی اور تشفی حاصل کر رہے تھے جن میں مستقبل کے

ایک عادل اور منصف بادشاہ کی خبر سنائی گئی تھی جو قرب قیامت میں حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل میں سے آئے گا اور صداقت اور امانت کے ساتھ بہترین بادشاہت قائم کرے گا۔اس کی مثال دیتے ہوئے مذکور ہے کہ وہ ایسے ہو گا

جیسا کہ سخت آندھی میں کوئی پناہ گاہ، اور ماندہ زمین میں چٹھان کا سایہ۔[9] وہ ایسا بادشاہ ہوگا جسے خداوند کریم قوت عطا کرے گا اور عزت و شان و شوکت دے گا اور اس کے ذریعے زمین کو انصاف سے بھر دے گا۔[10] وہ یہود کو اطراف عالم سے جمع کر کے اسرائیل واپس لے کر آئے گا[11] اور یہاں ہیکل کی تعمیر کرے گا۔[12] نیز یہود کو اس آنے والے بادشاہ کی ذات و نسل اور ان کی پیدائش سے متعلق بھی آگاہ کیا گیا تھا کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل میں سے ہوں گے، [13] جو ایک کنواری لڑکی کے بطن سے پیدا ہوں گے۔[14] اور بیت اللحم کی سرزمین سے وہ نکلیں گے اور اسرائیل کے حکمران ہوں گے۔[15] مزید برآں یہ کہ بعض پیشنگوئیوں میں یہ بھی بتایا گیا کہ خداوند کریم حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل میں ایک صادق اور امین فرزند کو پیدا کرے گا جو ملک میں عدل و انصاف کی بادشاہت قائم کرے گا۔ اس کے زمانے میں بنی اسرائیل مختلف قسم کے مسائل اور پریشانیوں سے نجات پاتے ہوئے امن و امان اور چین و سکون کی زندگی گزاریں گے۔ اور اس عادل بادشاہ کا نام یہ ہوگا "خداوند ہماری صداقت"۔[16]

اسی طرح ان کے علاوہ بھی بہت ساری پیشن گوئیوں کے ذریعے مسیح موعود کی ذات و صفات، اخلاق و کردار اور زمانے کو مختلف پیرایوں میں بہترین انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ بہر کیف یہودی اپنے زمانے ابتلاء میں کسی ایسے مسیحا کے انتہائی شدت کے ساتھ منتظر دکھائی دیتے تھے جو انہیں شکستہ حالی سے نجات دلاتے ہوئے امن و امان کی طرف لے کر آئے۔ اس حالت کا اندازہ مشہور فاضل آرتھر ہزبرگ کی تحریر سے بھی ہوتا ہے کہ جس طرح قید میں پھنسا ہوا شخص اپنی نجات اور رہائی کا شدت کے ساتھ انتظار کرتا ہے اسی طرح یہود بھی اپنے دور ابتلاء میں شدت کے ساتھ مسیح موعود کا انتظار کرتے رہے جو ان کو ہر قسم کے ظلم و ستم اور پریشانیوں سے نکالتے ہوئے انہیں خوشحالی فراہم کرے گا اور ایک منصفانہ حکومت قائم کرے گا۔[17] انبیائے بنی اسرائیل کی یہ تمام پیشن گوئیاں اور خبریں اس دور میں صحیح معنی میں مکمل ہوئیں جب خداوند کریم نے بیت اللحم میں حضرت مسیح علیہ السلام کو معجزانہ طور پر ایک کنواری لڑکی کے بطن سے پیدا فرمایا۔[18] پھر جب وہ اپنی جوانی کی عمر کو پہنچے تو یروشلم میں ایک سواری پر سوار ہو کر تشریف لائے تو اس وقت یہود نے حضرت

مسیح علیہ السلام کا بڑی اچھی شان سے استقبال کیا کہ ان کے عقیدے کے مطابق یہی مسیح علیہ السلام انہیں ہر قسم کی تکلیف اور ظلم و ستم سے نجات دلائیں گے۔

اس وقت یہود یہ خیال کرنے لگیں کہ وہ دور آچکا ہے کہ جب انہیں غلامی سے چھٹکارا حاصل ہو گا اور ہر طرف عدل و انصاف، امن و امان اور خوشحالی ہو گی۔ لیکن تعجب کی بات ہے کہ جس ذات مسیح میں یہود نے وہ صفات و کمالات اور معجزات اپنی آنکھوں سے خود دیکھیں جن کی پیشن گوئی انبیاء علیہم السلام نے دی تھی، اس کے باوجود یہود اسی کے خلاف بر سر پیکار ہوئے،[19] اور جسے ''ابن داؤد ہوشعنا مبارک'' کے الفاظ سے خطاب دیا کرتے تھے،[20] آج انہیں کے بارے میں ''صلیب دو صلیب دو'' کے نعرے بلند کر رہے تھے۔[21] آخر یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا؟ اور کیوں ان کے مخالف ہوئے؟ یہود کو در حقیقت ایک غلط فہمی ہوئی تھی کہ وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ ان کا مسیحا فوری طور پر موجودہ صورتحال میں انہی مصائب سے نکال کر خوشحالی کی طرف لائے گا اور ان پر بادشاہت قائم کرتے ہوئے ساری اقوام کو اپنے ماتحت بنائے گا وغیرہ، لیکن در حقیقت یہ پیشن گوئیاں ابتدائی وقت کے لئے نہ تھیں بلکہ اخیر زمانے میں حضرت مسیح علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کے ساتھ منسلک تھیں۔

اسی وجہ سے جب یہود نے اس وقت مسیح علیہ السلام میں عملی طور پر وہ صفات و کمالات نہ دیکھیں تو وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے مخالف ہوئے یہاں تک کہ اپنے گمان کے مطابق انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل کر دیا۔[22] جس کے بعد سے موجودہ دور تک یہود ایسے مسیحا کے منتظر ہیں جو انہیں نجات دلا کر عالمی بادشاہت قائم کریں گے اور امن و امان کا دور لائیں گے۔[23]

الغرض یہود مسیح موعود کا بڑی شدت کے ساتھ انتظار کر رہے ہیں کہ وہ جلد آکر ہمیں اقوام عالم کے تسلط سے رہا کرتے ہوئے ظلم و ستم اور پریشانیوں سے نجات دلائے اور اسرائیل میں عدل و انصاف پر مبنی زبردست شان و شوکت والی حکومت قائم کرے۔ اسی دوران وہ ہیکل کی تعمیر بھی کر کے ہمیں اپنے روحانی مرکز کی طرف دوبارہ متوجہ کرے۔ نیز دنیا سے باطل اور شیطانی قوت کا خاتمہ کر کے نیکی اور خوشحالی لے کر آئے۔ یہود کے سیاسی حلقے ہوں یا ان کے مذہبی گروہ، عوام ہو یا خواص، ہر ایک اس امید پر بیٹھا ہے کہ عنقریب ہمارا مسیح اور نجات دہندہ آئے گا۔ The Messiah

is coming. The time will soon come when we will have the peace that everyone is waiting for. It will happen sooner than any one can imagine.[24]

اس میں صاف طور پر یہ بتایا گیا ہے کہ یہود ہر لمحہ مسیح موعود کا بڑے شور وزور کے ساتھ انتظار کر رہے ہیں۔

مسیحی نظریہ

مسیحی عقائد و نظریات میں سے ایک اہم عقیدہ مسیح موعودؑ کے نزول سے متعلق ہے۔اس عقیدے کے مطابق حضرت

یسوع مسیحؑ قربِ قیامت میں دوبارہ تشریف لائیں گے اور مسیحیوں کو نجات دلائیں گے بایں طور کہ انہیں باقی اقوام کے تسلط سے اور دیگر مشکل حالات سے چھڑاتے ہوئے تمام انسانوں پر غالب رکھیں گے اور ایک زبردست عالیشان انصاف پر مبنی حکومت کا قیام عمل میں لائیں گے۔ مسیحی دینیاتی ادب میں مختلف مقامات پر حضرت یسوع مسیح علیہ السلام کی اس دوبارہ آمد کا اس کثرت کے ساتھ تذکرہ پایا جاتا ہے کہ بقول ڈاکٹر آر سے ٹوری عہد نامہ جدید میں تقریبا تین سو اٹھارہ مرتبہ ان کے نزول ثانی کا ذکر پایا جاتا ہے۔[25] حضرت یسوع مسیحؑ قرب قیامت میں ایسے دور میں آئیں گے جب انسانیت دکھ درد اور ظلم وستم کا شکار ہونگے اور بڑی سخت خونریزی چل رہی ہو گی جسے جنگ ہرمجدون کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جو حق و باطل کے مابین آخری فیصلہ کن لڑائی اس خوفناک لڑائی کے شروع ہوتے ہی حضرت مسیح علیہ السلام فرشتوں کی ہمراہی میں نزول فرمائیں گے اور ان کا ایسا نزول ہو گا جو کسی سے مخفی اور خفیہ نہ ہو گا بلکہ لوگوں کو ان کا اترنا نظر آئے گا۔ چنانچہ کتاب متی میں مذکور ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے تشریف لائیں گے تو وہ بادلوں پر اتریں گے اور لوگ انہیں دیکھیں گے۔[26]

ان کا یہ نزول عظمت اور عزت کی نشانی ہے جو خداوند کریم کی جانب سے حضرت مسیح علیہ السلام کو دی جائے گی اس لئے کہ یہ ایک غیر فطری اور غیر معمولی واقعہ ہو گا جسے بنی نوع انسان اپنی آنکھوں سے خود دیکھیں گے[27] اور ان کے دلوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کی شان اور عزت و مرتبہ میں مزید اضافہ ہو گا۔ نیز حضرت مسیحؑ کی دوبارہ تشریف آوری ان

کی پہلی آمد سے بالکل مختلف ہو گی۔ پہلی مرتبہ جب آپ تشریف لائے تھے تو اس وقت آپ ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئے اور عاجزانہ و فقیرانہ زندگی گزاری۔ لیکن اس بار آپ علیہ السلام مکمل جاہ و جلال اور حشمت کے ساتھ تشریف لائیں گے اور بڑی شان لے کر نزول فرمائیں گے۔28 اسی طرح کتاب مکاشفہ میں بھی مذکور ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام جنگ ہرمجدون کے وقت آسمان سے دوبارہ نزول فرمائیں گے۔ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر فرشتوں کی فوج کے ہمراہ آئینگے اور مخالفِ مسیح (جسے اسلامی فکر وادب میں دجال کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس) کی فوج کے مدمقابل کھڑے ہو کر اس سے لڑیں گے اور اس لڑائی میں مخالفِ مسیح کو زبردست شکست سے دوچار کرتے ہوئے اسے ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیں گے اور عدل و انصاف پر مبنی خدائی بادشاہت کا قیام عمل میں لائیں گے۔ 29 حضرت مسیح علیہ السلام کی بیان کردہ پیشنگوئی کے مطابق آپ کے نزول کے وقت سے قبل ملک پر ملک اور قوم پر قوم غلبہ حاصل کرے گی۔30 جسے موجودہ پس منظر میں دیکھا جائے تو یہ بات عیاں ہو گی کہ مسیح علیہ السلام کے آنے کا وقت قریب آچکا ہے، اس لئے کہ پہلی جنگ عظیم سے دوسری جنگ عظیم تک کئی ممالک ایک دوسرے کے مدمقابل لڑائی کیلئے نبرد آزما رہے۔ اسی طرح مسیحی فکر و ادب کے مطابق نزول مسیحؑ سے قبل کال پڑیں گے اور زلزلے آئیں گے۔[31] موجودہ دور میں دیکھا جائے تو یہ پیشن گوئی تقریبا مکمل ہو چکی ہے کہ ہر طرف زلزلے، قحط سالی، سونامی، طوفان وغیرہ دنیا بھر میں پیش آرہے ہیں جو انسانوں کو لقمہ اجل بنا رہے ہیں۔

مسیحی فکر و ادب کے مطابق اخیر زمانے میں حضرت مسیح موعود کی دوبارہ تشریف آوری کے وقت مردوں کو زندہ کیا جائے گا چاہے وہ نیک تھے یا برے، ہر ایک قبر سے اٹھ کر زندہ ہو جائے گا اور پھر ہر ایک کو اپنا صلہ ملے گا۔[32] نیک اور فرماں برداروں کو خوبصورت جسم دیکھ کر ہمیش کی خوشحالی دی جائے گی جبکہ نافرمان اپنی نافرمانی کی سزا پائیں گے۔[33] یہ عقیدہ مسیحیوں کے لئے ایک امید ہے کہ خداوند کریم قرب قیامت میں اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے تمام انسانیت کو دوبارہ اپنے حتمی انجام تک واپس لائیں گے۔ مزید برآں یہ کہ مسیحیت کے دینیاتی ادب میں عہدِ مسیحائی کے ذیل میں ہزار سالہ بادشاہت کا تصور بڑی اہمیت کا حامل ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ نزول فرمائیں گے تو وہ باطل اور طاغوتی قوتوں کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کرتے ہوئے عدل و انصاف پر مبنی حکومت قائم کریں

گے اور یہ حکومت ہزار سال تک چلے گی جس میں انسانیت خوش حالی کی زندگی گزاریں گے۔ کتاب مکاشفہ کے مطابق یہ ہزار سالہ بادشاہت کا دور امن وامان کا دور ہوگا جس میں شیطان کو ہزار سال کے لیے قید کر دیا جائے گا جس کی وجہ سے دنیا شیطانی اثرات سے پاک ہو جائے گی اور بدی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس دوران حضرت مسیح علیہ السلام انصاف کی حکومت قائم کریں گے جسے خدائی بادشاہت کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے ۔ [34] نیز اس خدائی بادشاہت کے سلسلے میں بعض عیسائی اس بات کے قائل ہیں کہ یہ مسیح ؑ کی آمد سے قبل قائم ہوگی۔[35] بلکہ اکثر مسیحیوں کے خیال کے مطابق یہ بادشاہت مسیحؑ کے نزول ثانی کے بعد ہوگی۔[36]

مسیحی دینیاتی ادب میں مذکورہ پیشنگوئیاں انتہائی پیچیدہ اور تنقید طلب ہیں جن میں حضرت مسیح ؑ کی دوبارہ آمد کے ساتھ ہزار سالہ بادشاہت کا تذکرہ پایا جاتا ہے، جس کی وضاحت میں جدید زمانے کے مسیحیوں نے مختلف تعبیرات پیش کی ہیں۔ اکثر مفکرین کے خیال کے مطابق اس ہزار سالہ بادشاہت سے مراد عدل وانصاف، امن وامان اور خوشحالی کا دور ہے۔ مشہور مسیحی مفکر کے پولس کنیٹر نے ہزار سالہ بادشاہت کے تصور کو معنوی طور پر لیتے ہوئے لکھا ہے۔

What Christian do know, on basis of their praxis call following Jesus is that his message is a sure means for bringing about liberation from injustice and operation, that is it is an effective hope filled, universally meaningful way of realising Soteria. [37]

اس میں یہی بتایا گیا ہے کے ہزار سالہ بادشاہت کے معنی در حقیقت ظلم وستم سے چھٹکارا اور امن وامان کا قیام ہے۔ اسی طرح مسیحی مفکر باکول والینگا اس ہزار سالہ بادشاہت کے سلسلے میں کہتے ہیں کہ ظلم وستم میں مبتلا لوگوں کو ظلم سے اور تنگ دست ونادار لوگوں کو افلاس وغربت سے نکالنا ہی در حقیقت ہزار سالہ بادشاہت میں داخلے کا سبب ہے اس لئے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے نزدیک وہ امیر لوگ جو سخاوت سے عاری ہوں، اس ہزار سالہ بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتے ہیں۔ [38] البتہ کچھ آزاد خیال عیسائیوں نے ان تمام پیشنگوئیوں پر تنقید کی ہے جو حضرت مسیح

علیہ السلام کے دوبارہ نزول اور ہزار سالہ بادشاہت اور دیگر اہم واقعات سے متعلق ہیں، اور انہیں ایک افسانہ قرار دیتے ہوئے بجائے مستقبل کے ماضی میں پیش آمدہ چند واقعات سے منسلک کیا ہے۔ [39]

لغرض حضرت مسیح علیہ السلام کے دوبارہ نزول کے عقیدے سے متعلق موجودہ دور کے تمام مسیحی بالاتفاق اتنی بات کے قائل ہیں کہ حضرت مسیحؑ آخیر زمانے میں دوبارہ تشریف لائیں گے اور باطل کا خاتمہ کرتے ہوئے حق کا بول بالا کریں گے اور عدل و انصاف پر مبنی خدائی بادشاہت قائم کریں گے۔ پھر حتمی فیصلہ کر کے تمام انسانیت کو اپنے انجام تک پہنچائیں گے۔

اسلامی نظریہ

اسلامی دینیاتی ادب میں قربِ قیامت میں آنے والے مسیح موعودؑ کا تذکرہ بڑی تفصیل کے ساتھ ملتا ہے اور مسیح موعود سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمانوں پر اٹھالیا ہے اور وقت مقرر پر دوبارہ تشریف لائیں گے۔ اس کی وضاحت یوں ہے کہ قربِ قیامت میں جب دجال نکلے گا اور وہ ہر طرف فتنہ و فساد برپا کرے گا تو اس وقت اللہ سبحانہ و تعالیٰ انسانیت پر رحم کھاتے ہوئے اپنے برگزیدہ رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ زمین پر بھیجیں گے جو دجال کی باطل قوت و طاقت کا مقابلہ کرتے ہوئے اسے نیست و نابود کر دیں گے۔ پھر عدل و انصاف کی حکومت قائم کرتے ہوئے دنیا میں امن و امان لائیں گے۔ اس نزولِ ثانی کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قیامت کی نشانیوں میں سے قرار دیا ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں۔

''وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا''

'اور جتنے فرقے ہیں اہل کتاب کے سو عیسیٰؑ پر یقین لاویں گے اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہو گا ان پر گواہ' [40] جمہور صحابہ وتابعین کی مشہور تفسیر کے مطابق اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جتنے بھی اہل کتاب (یہود و نصاری) ہیں وہ سب کے سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے قبل ان پر ایمان لائیں گے۔ جس کی صورت یہ ہو گی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ تمام عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر

ایمان لے آئیں گے جبکہ یہود میں سے جو مخالفت کریں گے، انہیں قتل کر دیا جائے گا اور باقی بچ جانے والے یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا کر ان کی اطاعت میں لگ جائیں گے۔ [41]

اس تفسیر کی تائید ایک صحیح حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام ایک عادل حکمران بن کر ضرور نزول فرمائیں گے اور وہ دجال اور خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑیں گے اور اس دور میں عبادت صرف اللہ ہی کی ہو گی۔ پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اس آیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو جس میں فرمایا کہ ہر اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے قبل ان پر ضرور ایمان لائیں گے۔[42] نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزولِ ثانی کے بارے میں قرآن کریم کی ایک دوسری آیت سے بھی ثبوت ملتا ہے، جس میں اللہ سبحانہ و تعالی ارشاد فرماتے ہیں۔

” وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ “

”اور وہ نشان ہے قیامت کا سو اس میں شک مت کرو اور میرا کہا مانو یہ ایک سیدھی راہ ہے“ ۔[43]

اکثر مفسرین کے یہاں اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ کا اخیر زمانے میں دوبارہ تشریف لانا در حقیقت قیامت

کی ایک نشانی ہے۔[44] نیز احادیث مبارکہ میں بھی مختلف پیشن گوئیوں کے ذریعے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول

ثانی اور دیگر متعلقہ امور کا تفصیلی انداز میں تذکرہ ہوا ہے، اور مختلف پہلوؤں کو ذکر کرتے ہوئے حضرت عیسی علیہ السلام کی دوبارہ آمد کو بڑے اچھے انداز میں پیش کیا گیا ہے تاکہ حضرت عیسی علیہ السلام کی پہچان میں کوئی شبہ باقی نہ رہے۔ ذیل میں احادیث کی روشنی میں کچھ پہلوؤں کو ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت عیسیٰ ؑ کی تشریف آوری سے کچھ وقت پہلے مسلمان امام مہدی کی سرپرستی اور قیادت میں دجال کے مقابلے میں

برسرپیکار ہونگے اور اردن کے علاقے میں افیق نامی گھاٹی کے پاس ہوں گے۔ مسلمان دجالی لشکر کے محاصرے میں ہونگے۔ رات کی تاریکی ختم ہوتے ہی فجر کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرشتوں کے سہارے آسمان سے نزول فرمائیں گے اور دمشق کی جامع مسجد کے پاس تشریف لائیں گے۔ پھر وہاں سے بیت المقدس میں محصور مسلمانوں کے پاس تشریف لائیں گے اور مسلمان ان کو دیکھ کر انتہائی خوش ہونگے۔ اس دوران حضرت عیسیٰ علیہ السلامفجر کی نماز امام مہدی کی اقتداء میں پڑھیں گے اور نماز پڑھنے کے بعد دجال کا مقابلہ کریں گے۔ دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر بھاگے گا۔ آپؑ دجال کا تعاقب کرتے ہوئے اسے پکڑلیں گے اور مقام لد پر اسے قتل کردیں گے۔[45] اس کے بعد مسلمان یہود کو شکست سے دوچار کردینگے اور یہودی لشکر کا بالکل خاتمہ ہو جائے گا۔[46]

قتل دجال کے بعد انسانیت امن وامان کی زندگی گزار رہی ہوں گی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک عادل اور منصف بادشاہ کی حیثیت سے ان پر حکمرانی کررہے ہوں گے کہ اچانک یاجوج ماجوج نکل آئیں گے جو ہر جانب تباہی مچائیں گے، شہروں اور آبادیوں کو ملیامیٹ کردینگے۔ اس وقت اللہ سبحانہ وتعالی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیں گے کہ مسلمانوں کو طور کی طرف لے جائیں کیونکہ ان یاجوج ماجوج کے مقابلے کی طاقت کسی میں نہ ہوگی۔[47] لوگوں کی درخواست پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خداوند کریم کے حضور یاجوج ماجوج کی ہلاکت کے لئے بددعا فرمائیں گے جسے اللہ سبحانہ وتعالی قبول کرتے ہوئے یاجوج ماجوج کا خاتمہ کردیں گے۔[48]

آپ علیہ السلام دنیا میں چالیس سال تک قیام فرمائیں گے اور ہر طرف عدل وانصاف، امن وامان، خیر وبھلائی، راحت و برکت، خوشحالی وفراوانی ہوگی۔ اس دور میں سوائے اسلام کے بقیہ تمام مذاہب مٹ جائیں گے اور ان کی تعلیمات پر عمل کرنے والا کوئی نہ ہوگا صرف اسلام ہی پر عمل کیا جائے گا اور سارے انسان کفر وضلالت چھوڑ کر صحیح مسلمان ہو

جائیں گے۔[49] یہ دور انتہائی خیر و برکت کا دور ہو گا جہاں ہر طرف خوش حالی اور فراوانی ہو گی اور انسانیت ایک بہترین دور

سے گزرے گی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے بعد سب سے بہترین دور شمار ہو گا۔

حضرت عیسی علیہ السلام اپنی دوبارہ نزول کے بعد دنیا میں چالیس سال کے لیے رہیں گے اور بالاخر یہ مدت مکمل کرنے کے بعد وفات پا جائیں گے۔ حضور ﷺ کی صحبت میں روضہ اقدس میں ان کی تدفین ہو گی۔ [50]

خلاصہ بحث

سامی مذاہب میں سے ہر ایک کے مذہبی فکر و ادب میں قربِ قیامت میں مسیح موعود کے ظہور و نزول سے متعلق پیشنگوئیاں پائی جاتی ہیں جن کی بنیاد پر ہر ایک مذہب کے بنیادی عقائد میں سے ایک اہم عقیدہ "مسیح موعود کی آمد" کا عقیدہ شمار ہوتا ہے۔ پھر ان تینوں مذاہب کے نظریات میں اتنی یکسانیت ضرور پائی جاتی ہے کہ مسیح موعود کی تشریف آوری سے قبل انسانیت بڑے مشکل اور کٹھن وقت سے گزر رہی ہو گی، لیکن مسیح موعود کی آمد کے ساتھ ہی حالات بدل جائیں گے اور ایک پُر امن دور شروع ہو جائے گا جہاں ہر طرف عدل و انصاف، امن و امان اور خوشحالی ہو گی۔ البتہ کچھ باہم اختلاف بھی پایا جاتا ہے جیسا کہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اصل مسیح موعود نہیں مانتے ہیں جبکہ مسیحی اور مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہی مسیح موعودؑ گردانتے ہیں۔ البتہ اتنی بات ہے کہ مسیحیوں کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام قتل ہونے کے بعد دوبارہ زندہ ہوئے اور پھر خداوند کریم کے حکم سے آسمانوں پر اٹھا لئے گئے اور دوبارہ نزول فرمائیں گے جبکہ مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر قتل ہوئے زندہ سلامت آسمان پر تشریف لے گئے ہیں اور وقت مقرر پر نازل ہوں گے۔

References

[1] Al-Nisaa:157-158

[2] Fisher, Mary Pat. Living Religions. New Jersey: Prentice Hall, 2005, p. 304

[3] Hertzburg, Arthur. Judaism. London: Prentice Hall, 1961, p. 219
[4] Isaiah, 11:1-9; Daniel, 12:3
[5] Hertzburg, p.220
[6] Parkes, James. The Foundation of Judaism and Christianity. London: Valentine, Mitchell, N.D, p. 261
[7] Fisher, p. 241
Parrinder, Jaffery. An Illustrated History of Religions. Newness, N.D, p. 394
[8] Msuhtaq Ahmed. 'Maseeh e Mawud sey Mutaliq Yahoodiyat k deenyati awr Tareekhi Tasawuraat ka Jaiza,' Journal of Peshawar Islamics. University of Peshawar. Volume 5, Issue 2, July-December 2014, p. 43
[9] Isaiah, 32:1-5
[10] 1 Samuel, 2:10
[11] Isaiah, 11:11,12
[12] Zechariah, 6:12,13
[13] Isaiah, 11:1-2
[14] Ibid, 7:14
[15] Micah, 5:2
[16] Jeremiah, 23:5-6
[17] Hertzburg, p. 20
[18] Isaiah, 7:14
[19] Msuhtaq Ahmed, p. 43
[20] Isaiah, 21:9
[21] Luke, 23:21
[22] Al-Nisaa, 157-158
[23] Msuhtaq Ahmed, p. 43
[24] Fisher, p.280
[25] Dr. A. R. Tauri. Trans by Yunus Aamir. Khudawand Maseeh ki Aamd e Saani. p. 7
[26] Matthew, 24:30
[27] Mark, 13:26
[28] Vaklif A. Singh. Yasu Maseeh ki Aamd Saani. Lahore: Maseehi Ishaat Khana, 2000. p. 42
[29] Revelation, 6:8-1
[30] Matthew, 24:7

[31] Luke, 11:21
[32] Matthew, 25:31-40
[33] John, 5:28-29
[34] Revelation, 20:1-6
[35] Dr. Daniel Bakhsh, Jalali Kalisa, p. 309
[36] Mudassar Sial. Dajjal aur Qiyamat ki Nishaniya. p. 126
[37] Knitter, Paul F. The Myths of Christian Uniqueness: Towards a pluralistic theology of religion. New York: Orbis Book, 1987. pp. 192-93
[38] Bakol wa Illunga. Paths of Liberation: A Third World Spirituality. New York: Orbis Book, 1984. p. 92
[39] Mushtaq Ahmed. 'Nuzul e Maseeh aur Asmani Badshahat sey Mutaliq Maseehi Hazari Fikr ka Tanqeedi Jaiza.' Journal of Peshawar Islamics. University of Peshawar. Volume 7, Issue 2, July-December 2016. p. 68
[40] Al-Nisaa:159
[41] Al-Mirwazi, Abu Abdullah Nu'aim bin Hammad (d. 843 AH). Kitab al-Fitan. First Edition, Cairo: Maktaba al-Tawhid, 1991. pp. 572-576
[42] Al-Bukhari, Abu Abdullah Muhammad bin Ismail (d. 256 AH). Sahih al-Bukhari, Hadith 3448, First Edition, Beirut: Dar Ibn Kathir, 2018
[43] Al-Zukhruf: 61
[44] Muhammad Shafi (d. 1976). Tafsir Ma'ariful Quran. First Edition, Karachi: Idara-e-Maarif, 1997. Vol. 2, p. 603
[45] Usmani, Muhammad Rafi (d. 2022 A.D). Alaamaat e Qiyamat aur Nuzul e Maseeh (AS). Second Edition, Karachi: Maktaba Darul Uloom, Shawwal 1424 AH. p. 160
[46] Ibid, p. 159
[47] Al-Mirwazi, p. 583
[48] Muhammad Rafi, p. 164
[49] Ibn Majah, Abu Abdullah Muhammad bin Yazid (d. 886 AH). Sunan Ibn Majah. Editor: Muhammad Fuwad Abdul-Baqi, Al-Halb: Dar Ihya al-Kutub al-Arabiyyah, 2009. Hadith 4078
[50] Abu Dawood, Sulaiman bin Ash'ath (d. 888 AH). Sunan Abi Dawood. Editor: Shu'ayb al-Arna'ut. Dar al-Risalah al-Alamiyyah, 2009. Hadith 4324